کشمیر پر ناجائز قبضہ اور 'ہند، اسرائیل تعاون'

عبداللہ موسوی ○

یہ جنوری ۲۰۲۲ء کی بات ہے، برطانیہ کے ایک آزاد تحقیقی ادارے 'اسٹوک وائٹ انویسٹی گیشن' نے انکشاف کیا تھا کہ ان کے ایک گاہک 'کریم' کو کشمیر میں دورانِ حراست تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

مقبوضہ وادی میں انڈین فوجی اداروں کی جانب سے کشمیریوں کی بلاجواز گرفتاری اور حراست کے دوران تشدد کوئی نئی بات نہیں۔ تاہم، کریم نے اپنے تفتیش کنندگان کی جو داستان سنائی وہ کافی عجب تھی۔ کریم کے بقول: ''مجھ سے تفتیش کرنے والے اہلکار ہندستانی نہیں تھے۔ ان کا رنگ سفید تھا اور وہ امریکی لہجے میں بات کرتے تھے۔ ان کو کشمیر سے متعلق سرگرمیوں یا مقامی مسئلوں سے بھی کوئی سروکار نہ تھا، بلکہ وہ عالمی سیاست اور مسئلہ فلسطین کے متعلق میرے خیالات جاننا چاہتے تھے''۔

کریم نے اس رپورٹ میں کہا ہے کہ ''میرے خیال میں وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ کیا میں فلسطین اور افغانستان کی جدوجہدِ آزادی سے کوئی وابستگی رکھتا ہوں یا نہیں؟ ایک افسر نے مجھ سے حماس کے متعلق بھی پوچھا۔ اس سوال پر مجھے حیرانی کا جھٹکا لگا کیونکہ حماس کا کشمیر سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ میں نے انھیں بتایا کہ مجھے فقط کشمیر پر ہندستانی قبضے سے مسئلہ ہے، لیکن وہ مجھ سے یہ قبول کروانا چاہتے تھے کہ میں کسی عالمی ایجنڈے کا حصہ ہوں''۔[1]

کریم کے مطابق یہ افراد اپنی شناخت کے بارے میں بڑے پُراعتماد تھے۔ انھوں نے کھلم کھلا اسے بتایا کہ وہ اسرائیلی خفیہ ایجنسی 'موساد' سے وابستہ ہیں اور کشمیر میں 'تحقیقی' فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ سرینگر کے ہوائی اڈے پر قائم عقوبت خانے میں یہ پُرتشدد تفتیش تین دن

○ ریسرچ اسکالر، یونی ورسٹی آف ایکسٹر، برطانیہ۔ ترجمہ: اطہر رسول حیدر

تک جاری رہی اور اس کے بعد کریم کو ڈھائی مہینے کے لیے ایک نامعلوم مقام پر منتقل کردیا گیا۔

کریم کے ساتھ جو ہوا وہ ہندستان اور اسرائیل کے درمیان بڑھتے ہوئے اسٹرے ٹیجک تعاون کا نتیجہ ہے۔ بڑھتی ہوئی نظریاتی و مفاداتی قربتوں کے باعث دونوں ریاستیں معاشی و سیاسی میدان میں مل کر کام کر رہی ہیں۔ اسی قرابت داری کے باعث اب ہندستانی مقبوضہ علاقوں میں ریاستی جبر صرف ہندستانی ریاست کا خاصہ نہیں رہ گیا ہے بلکہ ایک بڑے عالمی منصوبے سے جڑ چکا ہے۔ یہی منصوبہ ہندستان کو اسرائیل اور اس کی نوآبادیاتی پالیسیوں سے جوڑ دیتا ہے۔

ہندستان اور اسرائیل کے درمیان بڑھتے تعلقات

اگرچہ ہند اور اسرائیل کے درمیان باضابطہ طور پر کھلے عام تعلقات ۱۹۹۲ء میں قائم ہوئے، لیکن ان دو ریاستوں کا روحانی تعلق ۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۸ء میں ان کے قیام سے پہلے کا چلا آرہا ہے۔ دونوں ریاستیں اپنے قیام سے قبل برطانوی استعمار کا حصہ تھیں، جو فلسطین اور جنوبی ایشیا کے زیادہ تر حصے پر قابض تھا۔ اس تعلق کا ایک ثبوت دونوں ممالک کا حیران کن حد تک مماثل قانونی نظام ہے۔ مثلاً دونوں ممالک نے مہاجرین کی زمینوں پر قبضہ کرنے کے لیے برطانیہ کے جنگی قوانین کا سہارا لیا۔ 'اسرائیلی ابسنٹی پراپرٹی لا' (Israeli Absentee Property Law) اور ہندستانی متروکہ املاک کا قانون بہت حد تک مشابہ ہیں۔

بیسویں صدی کے آغاز میں ہندستان کے کئی قوم پرست رہنما مثلاً ڈی وی ساورکر (D.V Savarkar) اور ایس ایم گولوالکر (S.M Golwalkar) صیہونیت سے متاثر ہوئے۔ فلسطین کے نوآبادیاتی منصوبے میں انھیں اپنے اکھنڈ بھارت کی جھلک نظر آتی تھی، جو سارے جنوبی ایشیا پر مشتمل ہوگا اور یہاں ہندوؤں کی حکمرانی ہوگی۔ صیہونیت سے یہ محبت اب بھی کئی طاقت ور قوم پرست ہندو اداروں میں پائی جاتی ہے، جن میں وزیراعظم مودی کی جماعت بھارتی جنتا پارٹی بھی شامل ہے۔ انھی بااثر اداروں کی وجہ سے صیہونیت کے ساتھ یہ تعلق نہ صرف ہندستان کی داخلی و خارجی سیاست پر اثرانداز ہوتا ہے بلکہ بی جے پی کے زیرانتظام علاقوں میں عوامی رائے کو بھی متاثر کرتا ہے۔

ان کٹر قوم پرست حلقوں سے باہر اور سیکولر سمجھے جانے والے ہندستان کے پہلے وزیراعظم

جواہر لعل نہرو بھی صیہونی تحریک اور اسرائیلی عزائم کے بڑے مداح تھے۔[۲] تاہم، ان کا خیال تھا کہ اسرائیل سے براہ راست تعلق استوار کر لینے کی صورت میں ان کی کشمیر پالیسی متاثر ہوگی اور نوآبادیاتی غلامی سے نکلنے والی ریاستوں کی سربراہی کا خواب بھی خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ اس کے باوجود ہندستان نے ۱۷ستمبر ۱۹۵۰ء کو اسرائیل کو باقاعدہ طور پر تسلیم کر لیا اور ۱۹۵۳ء میں بمبئی میں اسرائیلی سفارت خانہ بھی کھل گیا۔

۱۹۹۲ء میں باقاعدہ تعلقات استوار ہونے سے پہلے ہندستان اور اسرائیل کا رابطہ ’موساد‘ اور ’را‘ کے ذریعے ہوتا تھا۔ ’را‘ (RAW) ہندستانی خفیہ ایجنسی ہے، جس کی بنیاد ۱۹۶۸ء میں اندرا گاندھی نے رکھی تھی۔ یہ خفیہ دفاعی تعلقات جو ٹکنالوجی کے تبادلے سے لے کر خفیہ سفارتی دوروں تک پھیلے ہوئے تھے، پاکستان کی چین سے بڑھتی ہوئی قربت کے ردعمل میں قائم کیے گئے تھے۔[۳] ’موساد‘، ’را‘ تعلقات اور دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات کی بحالی کے علاوہ ہندستان نے سوویت یونین (USSR) کے ساتھ بھی مضبوط دفاعی تعلقات قائم کیے۔ دسمبر ۱۹۹۱ء میں سوویت یونین کے زوال کے وقت ہندستان سوویت اسلحے کا سب سے بڑا خریدار تھا۔

۹۰ کے عشرے سے ’ہندستان اسرائیل تعلقات‘ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اس سے پہلے اس رشتے کی بنیاد دفاعی مصلحتوں پر تھی، لیکن اب اپنے مقبوضہ علاقوں پر شکنجا مضبوط کرنے کے لیے ہندستان کو اس اتحادی کی ضرورت پڑی۔ سوویت یونین کے زمین بوس ہونے سے ہندستان کے لیے اسلحے کی سب سے بڑی دکان بند ہو چکی تھی۔ اب اندر اور باہر سے جب معیشت کو آزاد کرنے کا دباؤ بڑھا تو ہندستان نے امریکا کے ساتھ تعلقات بڑھانا شروع کیے۔ اسی زمانے میں کشمیر کے اندر ایک مسلح جدوجہد بھی شروع ہو چکی تھی جس کا آغاز ۱۹۸۹ میں ہوا تھا اور وہاں ۱۹۸۷ء میں ہونے والے متنازع انتخابات بڑی دیر سے دبے لاوے کے پھوٹنے کی بنیاد بنے تھے۔ ان انتخابات میں نئی دہلی حکومت نے دھاندلی کے ذریعے ہندستان پسند جماعت نیشنل کانفرنس کو جتوایا تھا۔

’تامل ٹائیگرز‘ کے ہاتھوں وزیراعظم راجیو گاندھی کے قتل [۲۱ مئی ۱۹۹۱ء] کے بعد جون ۱۹۹۱ء میں نرسمہا راؤ نے وزارت عظمیٰ کا حلف اٹھایا۔ اسی مہینے کشمیری مجاہدین نے سری نگر سے آٹھ سیاحوں کو اغوا کر لیا، جن میں سے سات اسرائیلی تھے اور انھیں مبینہ طور پر مجاہدین کے درمیان پھوٹ ڈلوانے

کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اس صورتِ حال میں جہاں ایک طرف بھارتی و اسرائیلی سفارت کار ان کی رہائی اور وادی سے بقیہ اسرائیلیوں کے انخلا کی کوششوں میں مصروف تھے، ہندستانی میڈیا میں اسرائیل سے تعلقات کی بحالی کا راگ الاپا جا رہا تھا۔ بھارتی سیاست میں اسرائیل پسند جماعت بی جے پی کا رسوخ بھی بڑھ رہا تھا اور فلسطین کی جانب سے بھی ان دو ریاستوں کے بڑھتے تعلقات کی زیادہ مخالفت نہیں کی جارہی تھی، چنانچہ بھارتی حکومت نے اسرائیل سے باقاعدہ تعلقات بحال کرنے کا فیصلہ کرلیا۔[۴]

چنانچہ اسی زمانے میں جب ہندستان کشمیریوں کا محاصرہ سخت کرنے کی کوشش کر رہا تھا، اسرائیل پہلی انتفاضہ بغاوت کو کچلنے میں مصروف تھا۔ اسرائیلی حکومت کو درپیش بڑھتے ہوئے خطرات کے پیش نظر اسرائیلی ریاست اپنا آزاد معاشی نظام ترتیب دینے کے لیے مصروفِ عمل تھی۔ اس منصوبے کا ایک حصہ اسرائیلی معیشت دان شیر ہیور (Shir Hever) کے الفاظ میں 'اسرائیلی دفاع کی نجکاری' بھی تھا۔[۵] چنانچہ ان بڑھتے دفاعی و معاشی تقاضوں کے باعث ہندستان اور اسرائیل کے یہ تعلقات دفاعی پوزیشن سے نکل کر جارحانہ پوزیشن میں آگئے اور دونوں ممالک ہر طرح کے حقیقی یا 'خیالی خطرے' سے قبل از وقت نپٹنے کے لیے متحد ہوگئے۔

اسرائیل، ہندستان اور دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ

۹۰ کے عشرے سے اسرائیلی حکومت اور دفاعی کمپنیوں کی جانب سے اس پہلو پر بہت زور دیا جانے لگا جسے 'اسرائیلی تجربہ' کہا جاتا ہے۔ اسرائیلی معلم نیو گورڈن کے مطابق 'اسرائیلی تجربہ' کا یہ نعرہ بیرون ملک اسرائیلی اسلحہ اور دیگر دفاعی خدمات فروخت کرنے کے لیے گھڑا گیا تھا۔[۶] نائن الیون کے بعد اسرائیل کے دفاعی شعبے کی مانگ میں مزید اضافہ ہوگیا تھا کیونکہ ہندستان جیسی ریاستیں امریکی سربراہی میں شروع ہونے والی 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' میں چیمپئن بن کے سیاسی فوائد حاصل کرنا چاہتی تھیں۔

کشمیری اسکالر محمد جنید لکھتے ہیں: ''دہشت گردی کے خلاف جنگ جیسا خام اور یک رُخا نعرہ ہندستان جیسی ریاستوں کے لیے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا، جنھوں نے اسے استعمال کر کے عشروں سے جاری کشمیریوں کی جائز جدوجہد آزادی کا گلہ گھونٹنے کی کوشش کی۔[۷] جنید کے مطابق

اندرون اور بیرونِ ہند مبصرین نے بڑی آسانی سے کشمیر کی حق خود ارادیت کی تحریک سے وابستہ جدوجہد کو بھی عالمی جہادی ایجنڈے کا حصہ قرار دے کر ایک طرف کر دیا۔ اسی 'دہشت گردی' کے نعرے کا فائدہ اٹھا کر ہندستان نے بھی کشمیریوں پر ہونے والے مظالم کو فلسطین اور چیچنیا میں ہونے والی جدوجہد کو 'دہشت گردی' سے جوڑ کر اپنے لیے گنجایش پیدا کر لی۔ اس وقت کے ہندستانی مرکزی وزیر جسونت سنگھ کا کہنا تھا کہ ''۱۹۹۹ء میں کشمیریوں کی جانب سے ہندستانی طیارے کا اغوا دراصل نائن الیون کی تیاری کی ایک مشق تھی''۔[8]

اس بیانیے کو مزید تقویت تب ملی جب نائن الیون کے کچھ ہی مہینوں بعد پاکستان سے منسوب لشکر طیبہ اور جیش محمد کو دہلی کی پارلیمنٹ پر حملے سے جوڑ دیا گیا۔ اس حملے کے بعد ہندستانی حکومت نے ایک اسرائیلی سیکیورٹی کمپنی 'نائس سسٹمز' (Nice Systems) کے ساتھ دفاعی معاہدہ کیا، جس نے بھارت اسرائیل تعلقات میں نئی جہتوں کا اضافہ کیا۔

پھر ہندستان کے تاج ہوٹل، ممبئ پر حملوں (نومبر ۲۰۰۸ء) کے بعد ان رجحانات میں مزید اضافہ ہوا۔ کہا گیا کہ لشکر طیبہ سے تعلق رکھنے والے ۱۰ افراد نے ممبئ شہر میں ۱۲ مختلف جگہوں پر حملہ کیا تھا۔ ان حملوں کا نشانہ بننے والوں میں ۹ اسرائیلی شہری بھی شامل تھے۔ اس حملے کے بعد آزاد عیسیٰ کے بقول، جو بھارت اسرائیل تعلقات پر ایک کتاب کے مصنف ہیں، اسرائیل ہمیشہ کے لیے ایک بھارتی سانحے کا حصہ بن گیا۔[9] ان کے مطابق اسرائیل کی دفاعی صنعت کے لیے اس واقعے نے ایک بڑا کاروباری امکان پیدا کر دیا۔

ہندستانی میڈیا کی جانب سے مسئلے کے عسکری حل پر زور دیے جانے کے بعد ریاست مہاراشٹرا نے جولائی ۲۰۰۹ء میں 'اسرائیلی تجربے' سے سیکھنے کے لیے ایک وفد اسرائیل بھیجا۔ اس کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ بھارت میں اسرائیل کے تربیت یافتہ کمانڈوز کے دستے تیار کر کے انھیں ممبئ میں تعینات کیا گیا۔ پولیس کمشنر دھنوش کودی سیوانندن کا کہنا تھا: ''بھارت کو دہشت گردی کے معاملے میں عسکری انداز سے سوچنے کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں اسے اسرائیل کی بے رحم جبلت سے سبق سیکھنا چاہیے اور بیرونی دُنیا کی کسی تنقید کی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ ۲۰۰۸ء اور ۲۰۰۹ء میں اسرائیل کی جانب سے غزہ پر ہونے والی وحشیانہ بمباری کے بعد ان کا کہنا تھا کہ

''اسرائیلی اپنے دفاع کے معاملے میں خاموش نہیں رہتے۔ وہ اپنے جہازوں میں جاتے ہیں، دشمن کا صفایا کرتے ہیں اور پھر آ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس ہم ذرا بھی جارحیت کا مظاہرہ کریں تو باہر سے دباؤ آنے لگتا ہے''۔[10] اس طرح ان کے بقول: ''ہندستان برسوں سے دہشت گرد حملوں کے سامنے چپکا بیٹھا ہوا ہے''۔[11]

ان حملوں کے بعد پورے ہندستان میں 'سینٹرل مانیٹرنگ سسٹم' (CMS) لاگو کیا گیا۔ یہ نظام برقی مواصلات کے تقریباً تمام ذرائع کی جاسوسی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور بھارت کو اسے نصب کرنے میں اسرائیلی کمپنیوں مثلاً 'ویرنٹ سسٹمز' (Verint Systems) کی مدد حاصل تھی۔ اس CMS نظام کا نفاذ ہندستان کی دفاعی پالیسی میں ایک اہم موڑ ثابت ہوا، کیونکہ اس سے قبل صرف مجرموں کی نگرانی کی جاتی تھی، اب ہر قسم کی نجی مواصلات کو بھی ریکارڈ کیا جانے لگا، تاکہ خطروں کی پیش بینی کی جا سکے۔ نگرانی کا یہ نیا نظام کسی عدالتی وارنٹ کا بھی محتاج نہیں اور فون یا انٹرنیٹ استعمال کرنے والے ہر شہری کی جاسوسی کر سکتا ہے۔ اس کے تحت شہری اپنی گفتگو یا رابطے کے بارے میں کہیں اپیل بھی نہیں کر سکتا۔ اس کے نفاذ میں اسرائیلی مدد ایک طرف، اس سارے قضیے سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بھارت اسرائیلی دفاعی حکمت عملیوں سے کس قدر متاثر ہے۔

ایک تزویراتی رشتہ

اپنے داخلی دفاع کو لے کر بھارت کی 'سخت' حکمت عملی اور بھارتی ریاست وعوام کی 'اسرائیلی طرزِ عمل' سے والہانہ محبت بھارتیہ جنتا پارٹی اور نریندر مودی کی حکومت سے بھی پہلے کا قصہ ہے۔ ہندستان کی جانب سے اسرائیلی ٹکنالوجی نکسل باڑیوں کے خلاف اڑیسہ، چھتیس گڑھ اور آندھرا پردیش وغیرہ میں اور اسرائیلی ڈرون کا استعمال، نئی دہلی میں 'یونائیٹڈ پروگریسو الائنس' (UPA) کی لبرل حکومت کے دوران ہی شروع ہو گیا تھا۔ ۲۰۰۴ء سے ۲۰۱۴ء تک کانگریس پارٹی اس اتحاد کی نمایندہ جماعت اور من موہن سنگھ وزیر اعظم تھے۔

۲۰۱۴ء میں بھارتیہ جنتا پارٹی کی حکومت آنے کے بعد دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات کی بہتری کے لیے مزید راہ ہموار ہوئی، اور ۲۰۱۷ء میں وزیر اعظم نریندر مودی کے دورۂ اسرائیل کے بعد مشترکہ بیان میں ''بھارت اور اسرائیل کے تعلقات کو 'اسٹرے ٹیجک تعلقات' قرار دیا گیا''۔[12]

اس دورے میں وزیر اعظم نریندرا مودی اور نیتن یاہو نے زراعت، آب پاشی اور ٹکنالوجی کے میدان میں تعلقات کو مزید نکھارنے کے لیے کئی معاہدوں پر دستخط کیے۔

چنانچہ ان خطرناک حد تک اچھے تعلقات کے باعث اسرائیل، بھارت کے 'میک ان انڈیا' (Make in Inida) منصوبے میں سب سے بڑا حصہ دار بن چکا ہے۔ اس منصوبے کا اعلان نریندرا مودی نے ستمبر ۲۰۱۴ء میں کیا تھا اور اس کے تحت غیرملکی کمپنیوں کو ہندستان میں پیداوار شروع کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ اس پر کسی کو کیا حیرت ہوسکتی ہے کہ زرعی ٹکنالوجی تو رہی ایک طرف، سب سے پہلے اور سب سے زیادہ جس مال کی پیداوار ہندستان میں شروع ہوئی وہ اسرائیلی میزائل اور اسلحہ ہی تھا۔ ہندستان کے چند بڑے سرمایہ داروں مثلاً اڈانی گروپ کے مالک اور مودی کے دیرینہ خیرخواہ گوتم اڈانی کو اسرائیل کے ساتھ ان سودوں سے بڑا منافع ہوا۔ اس منصوبے کا حصہ بننے والے دیگر ممالک میں روس اور امریکا اہم ہیں۔ روس اپنے براہموس میزائل ہندستان میں تیار کر رہا ہے، جب کہ امریکا ایک بڑی اسلحہ ساز کمپنی 'لاک ہیڈ مارٹن' (Lockheed Martin) کے ذریعے اس منصوبے میں شامل ہے۔ عسکری مصنوعات سے ہٹ کر اسرائیلی کمپنیوں نے دیگر اہم شعبوں مثلاً قابل تجدید توانائی کے منصوبوں میں بھی سرمایہ کاری کی ہے۔ دوسری طرف اسرائیل نے بھی بھارت کو اپنی معیشت میں بڑا حصہ دیا ہے۔ جنوری ۲۰۲۳ء میں اڈانی گروپ نے حیفہ کی بندرگاہ ایک اعشاریہ دو بلین ڈالر کے عوض خرید لی تھی۔ اس کمپنی کے چیف ایگزیکٹو نے نیتن یاہو کے ساتھ اس منصوبے پر دستخط کرتے ہوئے 'دو ممالک کے درمیان دیرینہ تعلقات' کی تعریف کی اور انھیں مزید بڑھانے کا عندیہ بھی دیا۔

اس دوران ہندستان، اسرائیل کی عسکری ٹکنالوجی کا سب سے بڑا خریدار بھی بن چکا ہے۔ مودی کے دورۂ اسرائیل ۲۰۱۷ء کے دوران اسرائیلی تاریخ کے سب سے بڑے ۲ بلین ڈالر کے دفاعی معاہدے پر دستخط کیے گئے تھے۔ یہ معاہدہ ۲۰۲۱ء میں دوبارہ خبروں کی زینت بنا، جب بھارتی اخبار *The Wire* نے انکشاف کیا کہ ۲۰۱۹ء کے انتخابات میں بی جے پی کی جیت کو یقینی بنانے کے لیے اسرائیلی کمپنی این ایس او کے سافٹ ویئر پیگاسس (Pegasus) کی مدد سے انڈین حزب اختلاف کے معروف سیاست دانوں بشمول راہول گاندھی کے فون ہیک کیے گئے تھے۔

امریکی اخبار نیویارک ٹائمز کی ایک رپورٹ (جنوری ۲۰۲۲ء) کے مطابق یہ سافٹ ویئر 'پیگاسس' ۲۰۱۷ء کے سودے کا ایک اہم حصہ تھا۔ دوسری جانب مودی حکومت اس کی خریداری سے انکار کرتی ہے۔ تاہم، 'آرگنائزڈ کرائم اینڈ کرپشن رپورٹنگ پراجیکٹ' (OCCRP) کی حاصل کردہ اہم دستاویزات کے مطابق ''بھارت نے اسرائیلی کمپنی NSO سے وہ آلات خریدے ہیں، جو اسی سافٹ ویئر کی تنصیب کے لیے دیگر ممالک میں استعمال ہوئے تھے''۔[۱۳]

The Wire کی رپورٹ کہتی ہے کہ مودی کے حریفوں کے علاوہ مزید سیکڑوں لوگوں کی نگرانی بھی اس سافٹ ویئر کے ذریعے کی جاتی ہے۔ ان دعوؤں کی تصدیق 'لیگل فورم فار کشمیر' (LFK) کی حالیہ رپورٹ سے بھی ہوتی ہے، جس میں ایسی شخصیات کی ایک فہرست شائع کی گئی ہے، جو اس سافٹ ویئر کی مدد سے جاسوسی کا شکار ہو چکے ہیں۔

اسرائیل کے ظالمانہ ہتھکنڈوں سے شہ پا کر بی جے پی نے بھی بھارت میں اختلاف رائے کو دبانے کے لیے کئی محاذ کھول دیے ہیں۔ مثلاً خاتون صحافی سواتی چترویدی نے بی جے پی (بلکہ سچی بات یہ ہے کہ RSS) کی پروردہ ایک 'ڈیجیٹل فوج' کی نشاندہی کی ہے۔ یہ فوج سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر مشتمل ہے، جو اختلاف رائے رکھنے والوں کے خلاف آن لائن مہم چلا کر انھیں ہراساں کرتے ہیں۔[۱۴] ایسا ہی ایک منصوبہ اسرائیل میں بھی شروع کیا گیا تھا۔ اسرائیلی خفیہ اداروں کی ایک مہم 'فلڈ دی انٹرنیٹ' (Flood the Internet) کے تحت، انٹرنیٹ پر فلسطینی تحریک بی ڈی ایس (BDS) کے خلاف مواد بڑی مقدار میں شائع کیا جاتا تھا۔ اسی سے متاثر ہو کر اور اسرائیلیوں سے اپنی محبت کا اظہار کرنے کے لیے بھارتی 'ڈیجیٹل فوج' بھی اکثر ایسے آن لائن ٹرینڈ چلاتی ہے، جن میں اسرائیل کو سراہا جاتا ہے اور فلسطینیوں کی مذمت کی جاتی ہے۔

۲۰۲۰ء سے جاری رہنے والا میڈیا بلیک آؤٹ تو بظاہر ختم ہو چکا لیکن کشمیر کی وادی اب بھی کڑی نگرانی کی زد میں ہے۔ اگست ۲۰۱۹ء میں بھارتی آئین کے آرٹیکل ۳۷۰ اور ۳۵-اے کو تبدیل اور کشمیر کی خصوصی حیثیت کو ختم کرنے کے بعد وہاں ایک طویل اور ظالمانہ کرفیو نافذ کر دیا گیا تھا۔ اس ترمیم کے ذریعے وادیٔ کشمیر کو دو حصوں (جموں و کشمیر اور لداخ) میں تقسیم کر کے یک طرفہ طور پر ہندستانی وفاق میں ضم کر دیا گیا تھا۔ کشمیری حقوق کے لیے کام کرنے والے کئی

رہنماؤں نے، جن میں اکثریت جلاوطن رہنماؤں کی ہے، بھارت پر الزام لگایا ہے کہ ’’ہندستان، کشمیر پر ’اسرائیل ماڈل‘ لاگو کرنے کی کوشش کر رہا ہے کیونکہ نئی آئینی ترامیم کے ذریعے تمام ہندستانیوں کو کشمیر میں زمین خریدنے اور آباد ہونے کا حق دے دیا گیا ہے‘‘۔[۱۵] بھارتی اہلکار بھی اپنے بیانات کے ذریعے ان الزامات کو تقویت دے رہے ہیں۔ مثلاً نیویارک میں تعینات بھارتی کاؤنسل جنرل سندیپ چکرورتی ایک بیان میں کھل کر یہ مطالبہ کر چکے ہیں کہ ’’کشمیر میں بھی ’اسرائیل ماڈل‘ کی نقل کی جائے‘‘۔[۱۶]

آرٹیکل ۳۷۰ اور ۳۵-اے کے خاتمے پر اسرائیلی ردعمل وہی تھا جو ایک قابض ریاست کا ہوسکتا ہے۔ اسرائیلی سفیر رون مالکا نے بھارتی اقدامات کا دفاع کرتے ہوئے کہا: ’’ہمارے نزدیک یہ معاملہ بھارت کی سرحدوں کے اندر کا ہے۔ چونکہ یہ ہندستان تک ہی محدود ہے، اس لیے ہم اسے ہندستان کا داخلی معاملہ سمجھتے ہیں‘‘۔[۱۷] بالکل اسی طرح جیسے اسرائیل اپنے ظالمانہ طرزِعمل پر پردہ ڈالنے کے لیے جمہوری لبادہ اوڑھ لیتا ہے، اور ساتھ ہی سفیر صاحب نے بھارت کو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت قرار دیا اور بھارت کے ساتھ دوستی کا اعادہ کیا۔

کشمیر اور فلسطین کی مشترکہ جدوجہد

اسرائیل کی جانب سے دور ونزدیک کے علاقوں میں فلسطین پسند عناصر کے خلاف کارروائیاں تو معمول ہیں، لیکن بھارت بھی کشمیر میں اسرائیل مخالف اور فلسطین پسند حلقوں کو دبانے کی اپنی ایک تاریخ رکھتا ہے۔ اگرچہ پی ایل او (PLO) کی قیادت خصوصاً یاسر عرفات ماضی میں بھارت کو اپنا ہمدرد قرار دیتے آئے ہیں، لیکن کشمیری شروع سے ہی فلسطین پر اسرائیلی قبضے کو کشمیر پر بھارتی قبضے کے مماثل سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیریوں اور فلسطینیوں کے درمیان باہمی یکجہتی کا ایک گہرا رشتہ پایا جاتا ہے۔ فلسطینی بھی کشمیری جدوجہد آزادی کی حمایت کرتے ہیں۔

ہندستان اور اس کے دفاعی ادارے کشمیریوں کے فلسطین پسند جذبات کو بھارت مخالف جذبات سمجھتے ہوئے انھیں بزور طاقت دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً ۲۰۱۴ء میں غزہ پر اسرائیلی بمباری کے خلاف ہونے والے مظاہرے میں بھارتی پولیس نے ایک نوجوان سہیل احمد کو شہید کر دیا تھا۔ مئی ۲۰۲۱ء میں فلسطینیوں نے اسرائیلی نوآبادیات کے خلاف احتجاج شروع کیا، تو

بھارتی سرکار نے کشمیر میں ۲۱ کارکنوں کو اس لیے گرفتار کرلیا کہ وہ اس احتجاج کی حمایت کر رہے تھے۔ کشمیریوں کو مزید خبردار کرنے کے لیے کشمیری پولیس نے سوشل میڈیا پر بیان بھی جاری کیا کہ ''فلسطین کی کشیدہ صورتِ حال کو کشمیر میں حالات خراب کرنے کے لیے استعمال نہ کیا جائے''۔[۱۸]

اپنے مشترکہ مصائب کو دیکھتے ہوئے کشمیری اور فلسطینی حریت پسندوں نے اپنی جدوجہد میں مماثلت تلاش کرنا شروع کر دی ہے۔ وہ اب پہچاننے لگے ہیں کہ ان کے خلاف استعمال ہونے والی ٹکنالوجی قابض ریاستوں کے تزویراتی تعلقات سے منسلک ہے۔ مثال کے طور پر ۲۰۲۱ء میں 'فلسطین ایکشن' (Palestine Action) نامی تنظیم نے 'ایلبیٹ سسٹمز' (Elbit Systems) نامی ایک اسرائیلی اسلحہ ساز کمپنی کے خلاف برطانیہ میں مہم چلائی تھی کیونکہ اس کمپنی کے کارخانے برطانیہ میں ہیں۔ اپنی ویب سائٹ پر فلسطین ایکشن کا کہنا ہے کہ اس کمپنی کے خلاف احتجاج کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی بنائی ہوئی ٹکنالوجی کشمیریوں کے خلاف استعمال ہوتی ہے۔

کشمیری اور فلسطینی عوام کا اتحاد ہمیں ایک اور موقعے پر بھی نظر آیا جب ۲۰۲۳ء میں بھارت نے 'جی ۲۰' کے صدر کے طور پر 'جی ۲۰' اور 'وائے ۲۰' کے اجلاس کشمیر میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ دنیا بھر سے تعلق رکھنے والی آٹھ سول سوسائٹی تنظیموں نے مشترکہ طور پر ان اجلاسوں کے بائیکاٹ کا مطالبہ کیا، جن میں نیویارک سے تعلق رکھنے والی فلسطینی تنظیم Within our Lifetime بھی شامل تھی۔

اسرائیلی موساد کے ہاتھوں کریم کی تفتیش کی طرح کشمیریوں اور فلسطینیوں کی اندرون و بیرون ملک مشترکہ جدوجہد بھی بھارت۔ اسرائیل رشتے کو واضح کرتی ہے۔ ان دو ریاستوں کے نظریات اور مفادات مشترک ہیں اور یہی چیز ان کو قریب لے آئی ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان اسلحے، سرمائے اور بیانیے کا اشتراک ہر گزرتے دن کے ساتھ دونوں ملکوں میں آمریت پسندی اور ظلم کو مزید تقویت پہنچا رہا ہے۔

حواشی

۱- رپورٹ: *ndia's War Crimes in Kashmir: Violence, Dissent & the War on Terror*، اسٹوک وائٹ انوسٹی گیشن، ۲۰۲۲ء، ص ۲۸

۲- پی آر کمارا سوامی، India's Recognition of Israel, September 1950، مشمولہ *Middle Eastern Studies*، شمارہ ۳۱، ۱۹۹۵ء

۳- آزاد عیسیٰ، Hostile Homelands:The New Alliance Between ndia and srael، پلوٹو پریس، لندن، ۲۰۲۳ء

۴- ایضاً، ص ۳۴

۵- شیر ہیور، The Privatisation of sraeli Security، پلوٹو پریس، لندن، ۲۰۱۸ء

۶- نیوو گورڈن، The Political Economy of srael's Homeland Security/Surveillance ndustry، ۲۰۰۹ء، ص ۳

۷- محمد جنید، From a Distance Shore to War at Home: 9/11 and Kashmir، مشمولہ: South Asian Review، شمارہ ۴۲/ ۴، ۲۰۲۱ء، ص ۴۱۷

۸- ایضاً، ص ۴۱۹

۹- آزاد عیسیٰ، ایضاً، ص ۴۷

۱۰- مضمون: ndia Lacks Killer nstinct، مشمولہ: The Times of ndia، ۲۳ جولائی ۲۰۰۹ء

۱۱- ایضاً

۱۲- اندرانی باگچی، ndia, srael Elevate Their Ties to Strategic Partnership، مشمولہ: The Times of ndia، ۶ا جولائی ۲۰۱۷ء

۱۳- شاراڈویس اور جورے فان برگن، ndia Spy Agency Bought Hardware، مشمولہ: Organized Crime and Corruption Project، ۲۰/اکتوبر ۲۰۲۲ء

۱۴- ایس چتورویدی، am a Troll: nside the Secret World of The BJP's Digital Army، جگرناٹ بکس، نئی دہلی، ۲۰۱۶ء

۱۵- رپورتاژ، ndia Replicating sraeli Model in Kashmir، مشمولہ: The Express Tribune، یکم اکتوبر ۲۰۲۲ء

۱۶- رپورٹ، Anger Over ndia's Diplomat Calling for srael Model in Kashmir، الجزیرہ، ۲۸ نومبر ۲۰۱۹ء

۱۷- محمد صالح ظافر، srael Announces Support to ndia on HK، اخبار The News، ۷ ستمبر ۲۰۱۹ء

۱۸- Religions Preacher Arrested after Parying for Palestine، اخبار Outlook India، ۱۵ مئی ۲۰۲۱ء